جناب جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف

ابھرتا ہوا نیا عالمی نظام

اس وقت امریکہ کو عالمی سیاست میں بالادستی حاصل ہے' روایتی سیزر (Caesar) کی مانند اس کے راستے میں جو قوت بھی مزاحمت کرتی ہے' وہ اسے حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے درپے ہوتا ہے' خلیج کی جنگ کے دوارن جارج بش سینئر نے دعویٰ کیا تھا کہ جس کسی کو اپنی جان عزیز ہے اس کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ امریکہ کے "فرمائے ہوئے کو مستند سمجھے" اور اس پر بلاچوں و چرا ایمان لے آئے۔ لہذا جارج بش جونیئر' دہشت گردی کے خلاف کی جانے والی جنگ کی آڑ میں اپنے والدِ محترم کے فرمان کو لغوی اور معنوی اعتبار سے عملی جامہ پہنا رہے ہیں اور ان کی پسند ر ناپسند کا عالم یہ ہے کہ امریکہ کے جغرافیائی اور تزویراتی مفادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے' مختلف قوموں کی قسمت کا فیصلہ وہ خود کرتے ہیں اور "نیازمند" حکمرانوں کی جھولی ڈالروں سے بھر دیتے ہیں اور گستاخ ملکوں (Rogue States) کو دیوار سے چن دیتے ہیں۔ اس سارے کھیل کا مقصد بلاشرکت غیرے' دنیا بھر میں یک قطبی نظام (Unipolar World Order) کا قیام ہے' ایسا نظام جس میں امریکہ کی بالادستی یقینی ہو۔

امریکی دانشور' برزیسکی (Brezizinski) نے یوریشیا (چین روس مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا پر مشتمل ممالک) پر امریکہ کی بالادستی کو یقینی بنانے کی ایک حکمت عملی ترتیب دی تھی اور اسے عملی جامہ پہنانے کا لائحہ عمل تجویز کیا تھا۔ موصوف کے الفاظ میں "اس تجویز کو حقیقت کے روپ میں منتقل کرنا ایک مشکل مرحلہ ہے' کیونکہ یوریشیا' مسلمہ طور پر کرۂ ارض کا سب سے بڑا براعظم ہے' اور جغرافیائی اور تزویراتی اعتبار سے اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے' ساتھ ہی یہ امر بھی یقینی ہے کہ جس ملک نے یوریشیا کو مطیع کر لیا' اس کی دھاک دنیا بھر میں بیٹھ جائے گی اور افریقہ جیسا براعظم بھی اس کا فرمانبردار بن جائے گا اور یوں چار دانگ عالم میں اس کا چرچا ہونے لگے گا۔"

برزنسکی کے ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے امریکہ نے یوریشیا کو اپنی گرفت میں لینے کو یقینی بنانے کا پختہ عزم کر لیا ہے اور اس کی حالیہ سرگرمیاں اس سلسلے کی کڑی ہیں۔ اس وقت زمینی حقائق کچھ یوں ہیں کہ یوریشیا کی شطرنج کی بساط پر ایک جانب مغرب میں نیٹو کو بالادستی حاصل ہو چکی تو دوسری جانب' بحرالکاہل کے محاذ پر کوریا اور جاپان میں امریکی فوج نے مشرقی محاذ قائم کر لیا ہے۔ اور جنوب میں افغانستان' ازبکستان اور تاجکستان میں اتحادی ممالک کی افواج نے دفاعی نظام قائم کیا ہے' اس تناظر میں' برزنسکی نے ایک اہم حقیقت کی جانب' امریکہ کی توجہ مبذول کرائی ہے'

کہ ''عالمی سطح پر امریکہ کی بالادستی یقینی ہے مگر اس کے طرز عمل میں سطحیت (Shallow ness) کا عنصر نمایاں دکھائی دیتا ہے' یہ سطحیت' داخلی اور خارجی سطحوں پر نمایاں ہے' عالمی سطح پر امریکی توسیع پسندی' اپنی بالادستی قائم کرنے کی خواہاں ہے مگر دور قدیم کی بادشاہتوں کے برعکس' اسے اپنی زیر اثر ریاستوں پر براہ راست مکمل بالادستی حاصل نہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر' یہ بات واضح ہے کہ آگے چل کر یہ صورتحال امریکہ کے وسیع تر مفادات کے حق میں نہیں ہوگی۔''

امریکی قیادت کا المیہ یہ ہے کہ اسے حساس نوعیت کے عالمی پیچ وخم کا گہرا شعور نہیں ہے' عراق پر دھاوا بولنے کے لئے تزویراتی سطح پر وہ عجیب بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے' اور بش ڈاکٹرین کی رو امریکہ کی اخلاقی فوقیت اور اصول پرستی کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے' مگر درحقیقت اس ڈاکٹرین کا اخلاقیات سے کوئی تعلق نہیں جسے امریکہ کی بالادستی کو یقینی بنانے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ صدر بش کا کہنا ہے کہ ''میرا مقصد دوراز کار مباحث میں الجھنا نہیں' میں جس بات کو درست سمجھتا ہوں' اس کا برملا اظہار کر دیتا ہوں' کہ جرات اظہار ہی امریکی قوم کی بنیادی پہچان ہے'' مگر حقیقت ان کا دعوؤں کے بالکل برعکس ہے' صدر بش بزعم خویش' اس بات پر نازاں ہیں کہ انہیں مہذب دنیا کی حمایت حاصل ہے' مگر حقیقت یہ ہے کہ اس عالمی اتحاد میں اب دراڑیں پڑنا شروع ہوئی ہیں' یورپین یونین کے دو اہم مالک' جرمنی اور فرانس' امریکی پالیسیوں سے کھلے بندوں اختلاف کرنے لگے ہیں' کیونکہ ان کے خیال میں امریکہ کی جارحانہ سوچ' مہذب دنیا کے تقاضوں کے منافی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یورپ نے صدیوں کے تجربات کے بعد جو کامیابیاں حاصل کی ہیں' صدر بش انہیں ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں' یورپ نے ایک مشترکہ قومی تشخص کو عملی شکل دی ہے جو باہمی اشتراک اور باہمی اتحاد کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا تھا' یورپ ان تہذیبی کامیابیوں کے تحفظ کو ہر قیمت پر یقینی بنائے گا۔

روس کی سوچ یہ ہے کہ عالمی حالات نے ایسا پلٹا کھایا ہے کہ عراق کے خلاف جنگ ہو یا نہ ہو' اس کا فائدہ بہر حال روس کو پہنچے گا' روس کے وائس چیرمین ولادمیر لوکین (Valadimir Lukin) کا کہنا ہے کہ ''اگر جنگ روس' فرانس' چین اور دوسرے ممالک کی تجویز کردہ شرائط پر ختم ہوتی ہے تو روس کے لئے یہ ایک اچھی علامت ہوگی' کیونکہ اس سے عرب دنیا میں روس کا وقار بڑھ جائے گا اور اگر سلامتی کونسل کی قرارداد کو اپنا لیا جاتا ہے' جس کی رو سے عراق پر الزام دھرا جاتا ہے' کہ وہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار تیار کر رہا ہے' تب بھی روس کے وسیع تر مفادات کو ہی تقویت ملے گی۔ اس کے برعکس روس کے انتہاپسند' قوم پرست قائد عراق کے خلاف جنگ چھیڑنے کے حق میں ہیں' کیونکہ ان کے بقول ''ایسا ہو جانے کے بعد امریکہ کے ساتھ اسلامی انتہاپسند عناصر کے مفادات کو گزند پہنچے گی مگر روس کو اس کاروائی سے بہت فائدہ پہنچے گا کیونکہ اس جنگ میں یورپ کمزور ہو جائے گا اور امریکہ کے خلاف عالمی سطح پر نفرت میں اضافہ ہوگا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے گوریلا دستے اپنی توانائی کھو بیٹھیں گے اور بدلے ہوئے تناظر میں' عالمی توجہ

روس پر مرکوز ہو جائے گی۔''

خلیج کے علاقے میں چونکہ ایک خلا کی کیفیت پیدا ہوئی ہے‘ اس لئے امریکہ وہاں طاقت کے بل بوتے پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے‘ تاکہ وہ عراق میں حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی اپنی طاقت اور اثر ورسوخ اس علاقے میں بڑھا سکے‘ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر عراق پر جنگ تھوپی جاتی ہے اور عراق کو ''فتح'' کرلیا جاتا ہے تو اس صورتحال پر ایران کا کیا ردعمل ہوگا‘ اس بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ ایران کو اس بدلے ہوئے تناظر میں تاریخی کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ وہ نئے اور پرانے عالمی نظام کے مابین توازن قائم کرنے میں اپنا رول ادا کرسکے‘ اہم سوال یہ ہے کہ اگر عراق فتح کرنے کے بعد ایران پر دباؤ بڑھتا ہے تو کیا ایران وہ مشکل فیصلہ کرسکے گا جس کا حالات تقاضہ کرتے ہیں؟

بڑے تعجب کی بات ہے کہ امریکہ کی محاذ آرائی کے اس حالیہ رجحان کی مخالفت یوریشیا کے کسی بڑے اور اہم ملک کی جانب سے نہیں ہورہی ہے بلکہ اس مخالفت میں پیش پیش ایٹمی صلاحیت سے لیس دو چھوٹے ممالک مثلاً شمالی کوریا اور پاکستان ہیں کہ جن کے اصولی موقف کے سبب عالمی طاقت کا توازن تبدیل ہوتا دکھائی دیتا ہے‘ جس کا محور و مرکز (Centre of gravity) چین اور روس کی سمت ہے‘ کتنی عجیب بات ہے کہ خوف پرمبنی توازن (Balance of terror) کی کوکھ سے عالمی طاقت کے توازن کا دومرکزی (Bipolar) نظام جنم لے رہا ہے اور اتنی بڑی تبدیلی اس منفی سوچ سے پیدا ہوئی ہے جسے دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror) کا نام دیا گیا ہے۔

امریکہ نے دہشت گردی (War of Terror) کے خلاف جس محاذ آرائی کا آغاز کررکھا ہے اس کے سبب بحرالکاہل سے لے کر بحیرہ عرب کے علاقے تک خوف و ہراس (Balance of Terror) کی ایک بھیانک فضا قائم ہوچکی ہے۔ شمالی کوریا کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر امریکہ نے اس کے خلاف اپنی مجوزہ کاروائی پر نظرثانی کرلی ہے۔ اس تبدیلی کا محرک وہ اعلان بنا ہے‘ جس میں شمالی کوریا نے متنبہ کیا ہے کہ اگر امریکہ نے اس کے خلاف کوئی کاروائی کی تو وہ جنوبی کوریا‘ جاپان اور اس خطے میں واقع دوسرے ممالک میں موجود امریکی فوجی دستوں اور اس کی عسکری تنصیبات کو تباہ کردے گا۔ کچھ ایسی ہی صورتحال جنوبی ایشیا میں بھی ہے۔ 1990ء میں بھارت اور اسرائیل کے باہمی اشتراک نے پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا جس کے جواب میں پاکستان نے اپنی مضبوط ایٹمی پالیسی کا عملی مظاہرہ کیا جس کے سبب خطرات ٹل گئے‘ لیکن 1998ء میں بھارت نے ایک بار پر ایٹمی دھماکہ کرکے پاکستان کے ایٹمی صلاحیتوں کے ابہام کو چیلنج کیا‘ جس کے جواب میں پاکستان نے بھی بھرپور ایٹمی قوت کا مظاہرہ کیا‘ لیکن پھر بھی سازشیں ختم نہیں ہوئیں‘ بلکہ جاری رہیں اور بھارت اور امریکہ کے باہمی اتحاد (Strategic Partnership) کے نتیجے میں بھارت نے اپنی فوجی طاقت‘ پاکستان کی سرحدوں پر جمع کردی اور پاکستان کے خلاف جنگ کی دھمکیاں دیں‘ ساتھ ہی امریکہ نے پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا کہ وہ دہشت گردوں کی کاروائیاں ختم کرانے کا عملی ثبوت فراہم

کرے دس ماہ تک بھارتی فوجیں پاکستان کی سرحدوں پر ایڑیاں رگڑتی رہیں لیکن انہیں بین الاقوامی سرحد عبور کرنے کی جرات نہ ہو سکی جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ پاکستان کے روایتی ہتھیاروں اور اس کی ایٹمی صلاحیتوں (Deterrence) نے بھارت کو اس مہم جوئی سے باز رکھا۔

اب عراق پر متوقع حملے کے پیش نظر بھارت امریکہ گٹھ جوڑ ایک بار پھر پاکستان کو خوفزدہ کرنے کے عمل میں مصروف دکھائی دیتا ہے امریکی سفیر متعین پاکستان کا کہنا ہے کہ پاکستان سرحد پار دہشت گردی ختم کرانے میں نہ صرف ناکام ہو گیا ہے بلکہ وہ خود عالمی امن کے لئے ایک خطرہ بن گیا ہے، بھارتی سورما تو ''پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی'' بات کرر ہے ہیں۔ بھارت کا یہ جنگی جنون اور اس کا اظہار ہندو بنیاد پرستی کا مظہر ہے، جس کی ایک جھلک ہم احمد آباد کے ریاستی انتخابات میں دیکھ چکے ہیں۔ اس خونی ڈرامے میں مسلمانوں کا بے دریغ قتل کیا گیا، اب عام انتخابات میں بھی بی جے پی، مسلم دشمنی اور پاکستان دشمنی کا مظاہرہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے اور یہ صورت حال حد درجہ گھمبیر ہے۔ امریکہ نے مسلسل بھارتی اور اسرائیلی دہشت گردی کو تمام وسائل مہیا کئے ہیں، اس کے برعکس اسلامی ممالک کی حقوق کی جنگ کی جب بات آتی ہے تو ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا ہے، اور حق و انصاف کے سارے پیمانے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر قدرے تسلی بخش ہے کہ اب امریکی رویے کے خلاف عالمی سطح پر ردعمل پیدا ہو چکا ہے، اور دنیا یہ محسوس کرنے لگی ہے کہ اگر سینہ زوری کے اس رجحان کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو ایک استعماری نظام اقوام عالم کے سروں پر مسلط ہو جائے گا لہذا دنیا کے بیشتر ممالک کی اب تمنا یہ ہے کہ یہ نظام دوبارہ سر اٹھانے نہ پائے، اب نئے عالمی نظام کی تشکیل ان خطوط پر ممکن ہوگی کہ کسی ایک قوم یا ملک کی اجارہ داری قائم نہ ہو اور طاقت کے ارتکاز کی بجائے اسے اس طرح ترتیب دیا جائے کہ کثیر الجہتی نظام کا قیام عملی طور پر ممکن ہو سکے۔

پاکستان اکیلا امریکہ، بھارت اور اسرائیل کے دباؤ کا مقابلہ کر رہا ہے، اور خصوصاً یہ دباؤ بڑھایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی ایٹمی صلاحیتوں سے دست بردار ہو جائے۔ مگر ہمیں یقین ہے پاکستان اپنی قومی سلامتی پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گا اور اس مسئلہ پر ذرا بھی کمزوری نہیں دکھائے گا ورنہ بھارت کی توسیع پسندی اسے اپنی گرفت میں لے لے گی، اور اس عمل میں اسے امریکہ کی آشیر باد حاصل ہوگی، جہاں تک امریکی روش کا سوال ہے، اس نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے عراق (جو ایک غیر ایٹمی طاقت ہے) کو فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، امریکہ کے اس اقدام سے اس حقیقت کو تقویت ملے گی کہ جارحیت کا موثر انداز میں مقابلہ کرنے کے لئے اور امریکی جارحیت کا شکار ہونے والے دوسرے غیر ایٹمی ممالک بھی ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جو انہیں قومی سلامتی کی ضمانت فراہم کرے گی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ قومیں جو ابھی تک ایٹمی ہتھیار تیار نہ کرنے کا فیصلہ کر چکی ہیں انہیں بھی اب حالات کی جبریت کے تحت اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنا پڑے گی۔ اور یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ امریکہ کی حفظ ماتقدم (Pre-emption) کی پالیسی کہ

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)